غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات اور عصری تطبیقات

Islamic Teachings about the Protection of Non-Muslims' Places of Worship and Contemporary Adoptions

*شگفتہ نوید

**حافظ محمد نوید

ABSTRACT

The protection and respect of non-Muslim places of worship in Islamic countries is a very important issue from a religious, political, and social point of view. Islam has given clear teachings on the rights of non-Muslims. The Holy Qur'an not only promotes religious tolerance but also gives extraordinary teachings on the respect and protection of their places of worship.

During the caliphate of Hazrat Umar Farooq, not only were the places of worship of non-Muslims protected through treaties, but he also mentioned their rights in his last will and testament. In the Righteous Caliphate, the Muslims conquered many areas, but no one was harmed except the demolition of a church or a temple. In this regard, it would be an exaggeration to say that Islamic teachings not only guarantee the safety of non-Muslim places of worship but also prohibit them from harming them in any way. The article under review will show the world the true side of Islam that Islam always commands religious tolerance and that this religion is free from violence and prejudice in all respects.

KEYWORDS:

Non-Muslim's Places of Worship, Contemporary Adoption, Right of non-Muslims.

دین اسلام نہ صرف خود سلامتی ہے بلکہ دنیا کی سلامتی کے بھی واضح اور صاف اصول وضع کرتا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کریمہ "جس نے ایک نفس کو قتل کیا اس نے ساری کائنات کو قتل کر دیا" حقیقت میں معاشرے کے ہر فرد، ہر مسلک، ہر مذہب، ہر طبقے اور تمام اقوام سے ایک ان دیکھے رشتے کا خلاصہ بیان کرتی ہے۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اگر

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گجرات یونیورسٹی، گجرات

کسی حکمران نے کسی اسلامی سلطنت میں اخلاقِ محمدی ﷺ کو مقدم رکھا تو اس دور میں غیر مسلموں اور ان کی عبادت گاہوں کا بالکل ایسے تحفظ کیا گیا جیسے خود مسلمانوں کا اور ان کو ویسی ہی آزادی دی گئی جیسی خود مسلمانوں کو ہر دور میں ایسے روشن اور واضح واقعات موجود ہیں جن پر نہ صرف اسلامی تاریخ فخر کرتی ہے بلکہ خود غیر مسلم مؤرخین نے ان کو اچھے اور عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان واقعات کی روشن مثالیں اہل اللہ کے حالات ہیں۔ اہل اللہ کی انسان دوستی اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اسلام کے سچے ماننے والے نہ صرف خود ہر مذہب کے ماننے والوں سے پر خلوص محبت کرتے تھے بلکہ ان کی محبت غیر مسلموں کو بھی محبت کی سنہری زنجیر میں باندھ لیتی تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مذہبی رواداری کو نہ صرف فروغ دیا بلکہ غلبہ کے وقت غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنا کر یہ پیغام دیا کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے امن و سلامتی والے چہرے کو دنیا کے سامنے اجاگر کیا جائے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے زیر نظر مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔

قرآن واحادیث اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ

اِسلام ایک ایسا آفاقی دین ہے جس میں احترامِ انسانیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں ایسی قانون سازی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے جو کسی بھی طریقے سے انسانیت کی تذلیل پر مبنی ہو۔ اس حوالے سے مسلم و غیر مسلم میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ یہ ایک ایسا پُرامن دین ہے، جس نے جان و مال اور عزت و آبرو کو محفوظ بنانے میں مسلم و غیر مسلم دونوں کو برابری فراہم کی ہے اور اِسلامی ریاست میں رہنے والے مسلم اور غیر شہریوں کو ایک جیسے حقوق مہیا کیے ہیں۔ اِسلام نے کسی بھی اِسلامی ملک میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی فراہم کی ہے اور اُن پر زبردستی اپنے عقائد مُسلّط کرنے اور اُن کی عبادت میں رکاوٹ ڈالنے سے منع کیا ہے۔ ایک اِسلامی ریاست میں اقلیتوں کی جان و مال کا تحفظ فراہم کرنے کی طرح اُن کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا جاتا ہے۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق ذیل میں اِسلامی تعلیمات کا خلاصہ ذکر کیا جارہا ہے:

قرآنی تعلیمات اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ ابدی و ازلی کلام ہے جس میں نہ صرف عبادات و معاملات کو بیان کیا گیا ہے بلکہ معاشرتی زندگی کے اُصول و آداب بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں رواداری، برداشت اور تحمل پر مشتمل وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار بیان کی گئی ہیں جو انسانیت کی تکمیل کے نہایت ضروری ہیں۔ قرآنی تعلیمات غیر مسلم اقلیتوں کو نہ صرف جان و مال کا تحفظ فراہم کرتی ہیں بلکہ اُن کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کی حفاظت کا بھی درس دیتی ہیں۔ اُن کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنانے اور اُن کے عدمِ انہدام سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿۴۰﴾[1]

"یہ وہی لوگ ہیں جن کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اِس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دور نہ کرے تو خانقاہیں، گرجے، معبد خانے اور مساجد جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے گرادی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے۔"

تعلیماتِ اسلامیہ میں عبادت گاہوں کا ذکر کرتے وقت مساجد کو دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں سے مؤخّر کرنا رواداری کی سب سے اعلیٰ مثال ہے۔ امام جصّاص علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُوْرَةَ لَا يَجُوْزُ أَنْ تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنَ الْكُفَّارِ۔[2]

"اِس آیت کریمہ میں اِس بات پر دلیل ہے کہ اَہل ذِمہ اور مُعاہِد کُفّار کی اِن مذکورہ جگہوں کو گِرانا جائز نہیں ہے۔"

دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے مذہبی مقامات کو محفوظ بنانا ایک اِسلامی ریاست کی ذِمّہ داری میں شامل ہے یہ مسلم اقلیتی علاقوں میں واقع ہوں یا اکثریتی علاقوں میں۔

علامہ ابن خویز منداد کہتے ہیں:

تضمنت هذه الآية المنع من هدم كنائس أهل الذمة، وبيعهم، وبيوت نيرانهم، ولا يتركون أن يحدثوا ما لم يكن، ولا يزيدون في البنيان لا سعة ولا ارتفاعا، ولا ينبغي للمسلمين أن يدخلوها ولا يصلوا فيها، ومتى أحدثوا زيادة وجب نقضها . وينقض ما وجد في بلاد الحرب من البيع والكنائس . وإنما لم ينقض ما في بلاد الإسلام لأهل الذمة ؛ لأنها جرت مجرى بيوتهم وأموالهم التي عاهدوا عليها في الصيانة.ولا يجوز أن يمكنوا من الزيادة لأن في ذلك إظهار أسباب الكفر . وجائز أن ينقض المسجد ليعاد بنيانه ؛ وقد فعل ذلك عثمان - رضي الله عنه - بمسجد النبي - صلى الله عليه وسلم۔[3]

"اس آیت کریمہ میں اہلِ ذمہ کے کنائس، گرجاگھر اور آتش کدوں کو گرانے سے منع کیا گیا ہے۔ اہل ذمہ نئی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں نہ ہی پہلے سے موجود عبادت گاہوں کی عمارت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ان کی عبادت گاہوں میں داخل ہونا اور نماز پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ ان کی نئی تعمیر شدہ عبادت گاہ کو گرانا ضروری ہو گا اور عرب علاقوں میں

موجود گرجاگھر اور کنائس کو گرادیا جائے گا البتہ اسلامی شہروں میں اہل ذمہ کی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا جائے گا کیونکہ ان کے گھروں اور اموال کی طرح عبادت گاہوں کی حفاظت بھی ضروری ہے لیکن پہلے سے موجود عبادت گاہوں میں اضافہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ اس میں کُفر کے اسباب کا اظہار مقصود ہے۔ دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے مسجد کی پہلی عمارت کو گرانا جائز ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی ﷺ کو گرا کر دوبارہ تعمیر کیا تھا۔"

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی عبادت گاہوں اور اُن کے مذہبی شعائر کو نہ صرف محفوظ بنانے کی ضمانت دیتا ہے بلکہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو گرانا حرام اور غیر اخلاقی حرکت ہے۔

احادیث نبویہ ﷺ اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ

نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کے لیے بھی رحمت تھے اور غیر مسلموں کے لیے بھی۔ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ہمیشہ مذہبی جذبات کی رعایت کی۔ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعائر کو کبھی بھی حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ اُن کے احترام کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی بھی اسلامی لشکر کو جہاد کے لیے روانہ کرتے وقت جو پند و نصائح فرماتے تھے اُن میں "لَا تَقْتُلُوا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ"[4] اور "اَلَا!لَایُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ"[5] ایسے الفاظ بھی روایت کیے گئے ہیں بلکہ ایک موقع پر یہودیوں سے بات چیت کرنے کے لیے آپ ﷺ کے اُن کی عبادت گاہ "بیت المدراس" میں بھی تشریف لے جانے کی روایت ملتی ہے۔[6] کتبِ سیرت میں بہت سارے ایسے معاہدات کا تذکرہ موجود ہے جن میں نبی اکرم ﷺ نے بطورِ مسلم حکمران دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مکمل مذہبی آزادی عطا کی۔ ایک اسلامی ریاست کے لیے ایسے تمام معاہدات اقلیتوں کو حقوق فراہم کرنے کی اصل اور بنیاد ہیں۔ انہی معاہدات کے ذریعے دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے ایسی ہدایات دی گئی ہیں جو اُن کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ ذیل میں چند ایسے معاہدات کا متن نقل کیا جارہا ہے:

میثاقِ مدینہ

میثاق مدینہ میں نہ صرف ریاست مدینہ کے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور اس کے لئے باقاعدہ قانون و آئینی اقدامات وضع کئے گئے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں کے لئے بھی مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔ تاہم بطور ایک ذمہ دار شہری کے ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں سے اس پابندی کا اقرار لیا گیا کہ وہ آئین کی پابندی کریں گے اور کسی طور بھی آئین اور دستور کی خلاف ورزی یا معاشرہ میں فتنہ پروری و ظلم آفرینی کا باعث نہیں بنیں

گے۔ میثاقِ مدینہ کی اس شِق کو درج ذیل الفاظ میں بیان گیا:

و أن يهود بني عوف أمة مع المومنين، لليهود دينهم، وللمسلمين دينهم، مواليهم و أنفسهم إلا من ظلم و أثم، فإنه لا يوقع إلا نفسه و أهل بيته۔ [7]

"اور بنو عوف کے یہودیوں کی مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت پائی جاتی ہے، یہودیوں کا اپنا دین ہے اور مسلمانوں کا اپنا دین ہے، اُن کے موالی ہوں یا بذات خود مگر جس نے ظلم کیا اور گناہ کیا تو وہ اس کی ذات اور اس کے گھر والوں پر ہی واقع ہو گا۔"

مزید طے پایا کہ مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد یہود قبائل، بشمول بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطیبہ سب کا فرداً فرداً تذکرہ کیا گیا کہ تمام یہودی قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہو گا۔ یہ بھی قرار دیا گیا کہ ان یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں اور ان کے موالی کو بھی مذہبی آزادی کا حق اسی طرح حاصل ہو گا۔ میثاق مدینہ میں شامل تمام یہودیوں بشمول بنی نجار، بنی حارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی اوس، بنی ثعلبہ، جفنہ، بنی شطیبہ اور ان کی موالی یہودیوں کو بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کو حاصل ہوں گے تاہم اقلیتوں کو اتنی زیادہ واضح مذہبی آزادی فراہم کیے جانے پر ایک بنیادی شرط کا پابند بھی کیا گیا اور وہ شرط تھی دستور کی پابندی اور یہی شرط مسلمانوں کے لئے بھی یکساں تھی۔

اہل ایلہ کے ساتھ معاہدہ

اس بستی کا قرآن کریم میں اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جسے اصحاب سبت کا واقعہ کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعاً وَيَوْمَ لاَ يَسْبِتُونَ لاَ تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔

"اور آپ ان سے اس بستی کا حال دریافت فرمائیں جو سمندر کے کنارے واقع تھی، جب وہ لوگ ہفتہ (کے دن کے احکام) میں حد سے تجاوز کرتے تھے (یہ اس وقت ہوا) جب (ان کے سامنے) ان کی مچھلیاں ان کے (تعظیم کردہ) ہفتہ کے دن کو پانی (کی سطح) پر ہر طرف سے خوب ظاہر ہونے لگیں اور (باقی) ہر دن جس کی وہ یوم شنبہ کی طرح تعظیم نہیں کرتے تھے (مچھلیاں) ان کے پاس نہ آتیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کر رہے تھے بایں وجہ کہ وہ نافرمان تھے۔"

اس قریہ کے بارے میں اقوال مختلف ہیں، بعض نے اَیلَۃ کہا ہے اور بعض نے طبریہ اور بعض نے مدین اور بعض نے ایلیاء اور کہا گیا ہے کہ شام میں ساحل بحر کے قریب مراد ہے کہا جاتا ہے، اور اس بستی کی تعیین کے بارے میں اختلاف ہے۔ پس ابن عباس، عکرمہ اور سدی نے کہا ہے کہ وہ ایلہ ہے۔ اور ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ایلہ اور طور کے درمیان مدین ہے۔ زہری نے کہا ہے: وہ طبریہ ہے۔ قتادہ اور زید بن اسلم نے کہا ہے کہ وہ شام کے سواحل

میں سے ایک ساحل ہے اور یہ مدین اور عینوں کے درمیان ہے، اسے مقناۃ کہا جاتا ہے۔[8] ان کے ساتھ بھی نبی اکرم ﷺ نے معاہدہ فرمایا۔ معاہدہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

هذه امنة من الله ومحمد النبى رسول الله ليوحنابن روبة وا هل ايلةلسفنهم ولسيارتهم ولبحرهم ولبرهم۔[9]

"یہ امان اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے یوحنابن روبہ اور ایلہ والوں کے لیے اُن کی کشتیوں، قافلوں اور اُن کی خشکی اور بحری اور بری تمام لوگوں کے لیے ہے۔"

اس امان نامہ کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے اہل ایلہ کو ہر لحاظ سے آزادی عطا فرمادی اور ایک اسلامی حکومت کے سربراہ ہونے کی حیثیّت سے انتہاء پسندی اور تشدّد سے کنارہ کش ہوتے ہوئے بین المذاہب ہم آہنگی کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔

اہل نجران کے ساتھ معاہدہ

نجران سعودی عرب کے صوبہ نجران کا ایک شہر ہے جو یمن کی سرحد کے قریب ہے۔ نجران اگرچہ چار ہزار سال قدیم ہے اور اس پر کچھ عرصہ قدیم رومن افواج کا قبضہ بھی رہا مگر اس کو ۱۹۶۵ء میں نئے شہر کا درجہ دیا گیا اور اب وہ سعودی عرب کے تیزی سے ترقی کرنے والے شہروں میں سے ایک ہے۔ اس کی آبادی صرف 25 سال کے عرصہ میں ڈھائی گنا بڑھ کر ۲۰۰۴ء میں ڈھائی لاکھ کے قریب ہوگئی جو ۱۹۷۴ء میں ایک لاکھ سے کچھ کم تھی۔ اس کے زیادہ تر باشندے قحطانی قبیلہ کی شاخ بنویام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس شہر میں اسلام کی آمد سے پہلے یہودی اور مسیحی آباد تھے مگر ۵۲۴ء میں یہودیوں نے نجران کے مسیحیوں کا شدید قتل عام کیا تھا جو اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ یہودی یوسف ذونواس نے، جو آخری حمیری یہودی بادشاہ تھا، ۵۲۴ء میں یہاں قبضہ کر کے کہا کہ یا تو تمام مسیحی یہودی بن جائیں یا نجران چھوڑ دیں یا پھر قتل ہو جائیں۔ اسماعیلی اور سنیوں کے ساتھ رہائش سے تعلق رکھتی ہے۔ سعودی عرب کے بادشاہ عبد العزیز ابن سعود جب نجران کو فتح نہ کر سکا تو اس نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ اپنی مذہبی آزادی برقرار رکھنے کی شرط پر سعودی عرب میں شامل ہو جائیں چنانچہ نجران سعودی عرب کا حصہ بن گیا۔ اپریل ۲۰۰۴ء میں وہاں کے اہل تشیع نے سعودی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کا آغاز کیا۔ کیونکہ سعودی حکومت اپنے معاہدے سے پھر گئی تھی۔ اس شہر کے قریب قدیم آبادیوں کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ جن میں سے ایک الاخذود کے آثار ہیں جو نجران شہر کے جنوب میں واقع ہے۔ اہل نجران کے باسیوں کے ساتھ بھی مسلمانوں کا معاہدہ ہوا۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ، عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وبيعهِمْ وَرهبانيتهم وأساقِفَتِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وكل ما تحت ايديهِمْ

من قليل او كثير، وعلى ان لَا يُغَيِّرُوا أُسْقُفاً مِنْ سَقِيفَاه، وَلَا واقها مِنْ وقيهاه، وَلَا رَاهِباً مِنْ رَهْبَانِيَتِهِ، عَلَى مَا تَحْتَ أَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ أَوْ كَثِيْرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقُ۔[10]

"اہلِ نجران اور اُن کے حلیفوں کے واسطے اُن کے خون، اموال، دین، عبادت گاہیں، راہب، پادری، حاضر اور اُن کے غائب کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف سے امان ہے اور اُن کے پادری، راہب اور عبادت گاہوں کے خادم کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔"

ام حمید بن زنجویہ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد بھی عہد صدیقی میں یہی معاہدہ نافذ العمل رہا، پھر عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں حالات کی تبدیلی کے پیش نظر کچھ ترامیم کی گئیں مگر غیر مسلموں کے مذکورہ بالا حقوق کی حفاظت و ذمہ داری کا وہی عمل کامل روح کے ساتھ برقرار رہا۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفّظ سے متعلق اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دورِ خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔ اس پورے دور میں اسلامی اُصولوں کی بنیاد پر حکومت قائم کی گئی اور اسلامی قوانین کو نافذ کرنے میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتی گئی۔ اس دور میں اقلیتوں کو تحفّظ فراہم کرنے کے حوالے سے بڑی بڑی مثالیں قائم کی گئیں۔ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کی جان ومال اور عزت و آبرو کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا اور اُن کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعائر کو ایک قانونی حیثیّت فراہم کی گئی۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اس دور میں مسلم وغیر مسلم دونوں کے لیے ایک جیسے قوانین بنائے گئے اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ یہودیوں کی عبادت گاہ بیت المدراس میں تشریف لے گئے، وہاں آپؓ نے اُن کے بڑے بڑے علماء خصوصاً فنحاص کے ساتھ ایک طویل مکالمہ فرمایا۔[11] کسی بھی جنگی مہم پر اسلامی لشکر کو روانہ کرتے وقت سپہ سالار کو جو ہدایات فرماتے اُن میں "لَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً" (کسی عبادت گاہ کو نہ گرانا) اور "وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ، فَدَعُوْهُمْ، وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ"[12] (تم بہت سارے ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجاگھروں میں روک رکھا ہے اور اپنے آپ کو گرجاگھروں کے لیے وقف کر رکھا ہے انہیں چھوڑ دینا) ایسے الفاظ بھی روایات کیے گئے ہیں۔ اسی طرح کی نصیحت آپؓ نے یزید بن ابو سفیانؓ کو ملک شام کی طرف بھیجتے وقت کی تھی۔[13] ایک خطبہ دیتے وقت آپؓ سے "أَلَا! لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصومعة"[14] (خبردار! کسی بھی گرجاگھر کے پادری اور راہب کو قتل نہ کیا جائے) کے الفاظ بھی روایت کیے گئے ہیں۔ اس پورے دور میں مختلف غیر مسلم اقوام کے ساتھ بہت سارے ایسے معاہدات کیے گئے جن میں اُن کو نہ صرف بنیادی حقوق، جان ومال اور عزت و آبرو کا تحفّظ فراہم کیا گیا بلکہ اُن کی عبادت گاہوں، گرجاگھروں اور کنیساؤں کو بھی محفوظ بنایا گیا۔

ذیل میں ایسے چند معاہدات کا ذکر کیا جارہا ہے:

اہل عانات کے ساتھ معاہدہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب شام اور دمشق کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں اہل عانات کے لوگوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک معاہدہ فرمایا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

على ان لا يهدم لهم بيعة ولاكنيسة وعلى ان يفربوا نواقيسهم فى اى ساعة شاء وا من ليل او نهار الا فى اوقات الصلوٰة وعلى ان يخرجوا الصلبان فى ايام عيدهم واشترط عليهم ان يضيفوا المسلمين ثلاثة ايام ويبذرقومهم۔ [15]

"ان کے گرجا اور خانقاہوں کو نہیں گرایا جائے گا، وہ اوقات نماز کے علاوہ دن رات میں جب چاہیں ناقوس بجاسکتے ہیں، وہ اپنے تہواروں پر صلیب نکال سکتے ہیں، وہ مسلمان مسافر کی تین ایام تک مہمان نوازی کریں گے اور ضرورت کے وقت مسلمانوں کے جان ومال کی حفاظت کریں گے"

اہل حیرہ سے معاہدہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ شہر کا محاصرہ کیا تو یہ محاصرہ بہت زیادہ طویل ہو گیا تو بے بس ہو کر حیرہ شہر کے سردار عمرو بن عبد المسیح نے دوسرے سرداروں کے ساتھ مل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہم سے صلح کرلیں۔ اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں امان لکھ کر دی تھی اس میں یہ بھی درج تھا:

لايهدم لهم بيعة ولا كنيسة ولايمنعون من ضرب النواقيس ولا اخراج فى صلبانهم يوم عيدهم۔ [16]

"ان کی خانقاہیں اور گرجے نہیں گرائے جائیں گے اور نہ ان کی عید کے دنوں میں ان کو ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے سے روکا جائے گا۔"

اس کے علاوہ اس معاہدہ کے نکات درج ذیل تھے:

1۔ کسی کافر کی مسلمانوں کے خلاف اعانت مت کرو۔

2۔ مسلمانوں کی مخالفت نہ کرو۔

3۔ ہمارے دُشمن کو ہمارے خفیہ راز مت بتاؤ۔

4۔ اگر وہ ان دفعات کی پابندی نہ کریں گے تو ہماری طرف سے بھی ان کی امان د ہی کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

5۔ ایفائے عہد کی صورت میں جس میں ادائے ٹیکس (جزیہ) بھی شامل ہے۔ ہم ان کی کسی بھی وقت امانت اور حمایت میں سبقت کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔

6۔ اگر وہ ہمارے ماتحت رہے تو ان کے لیے جملہ مراعات ہوں گی، جو اہلِ ذمہ کے لیے ہیں۔

اہل عین تمر سے معاہدہ

اہل عین تمر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ فرمایا اس سے متعلق حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

واعطاه اهل عين التمر الجزية كما اعطاه اهل الحيرة وغيرهم من اهل القرى وكتب لهم كتابا على ما كتب لاهل الحيرةوكذلک لاهل اليس۔ [17]

"اہل عین تمر اور اس کے ارد گرد رہنے والے لوگوں نے بھی اہل حیرہ کی طرح جزیہ ادا کرنا منظور کر لیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اُسی طرح کا معاہدہ لکھا جس طرح کا معاہدہ آپ رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ اور اہل الیس کو لکھ کر دیا تھا۔"

درج بالا معاہدات ایسے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غیر مسلموں کے ساتھ کیے گئے تھے۔ ان تمام معاہدات میں اُن کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی مکمل ذمہ داری اٹھائی گئی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تمام معاہدات میں سے نہ تو کسی کی تردید فرمائی اور نہ کسی میں ترمیم فرمائی۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ولم يرد ذلک الصلح على خالد رضى الله عنه ابو بكر رضى الله عنه ولا رده بعد ابى بكر رضى الله عنه عمر رضى الله عنه ولا عثمان رضى الله عنه ولا على رضى الله عنه۔ [18]

"حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی صلح کو نہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رد فرمایا، نہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رد فرمایا۔"

عہد فاروقی میں اسلامی حکومت کی سرحدیں پہلے سے زیادہ وسیع ہو گئیں اور بہت سارے علاقے اسلامی ریاست میں شامل ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو غیر مسلم رعایا کا اتنا زیادہ احساس تھا کہ اپنی آخری وصیت میں بھی ان کے حقوق کا ذکر فرمایا"إنّی اوصيک بهم خيراً فإنهم قومٌ لَهُمُ الذمة"[19]"میں تمہیں اس مسلم رعایا کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے مال، جان، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی امان دی چکی ہے۔" اس عہد میں غیر مسلموں کے ساتھ ایسے بہت سارے معاہدات کیے گئے جن میں اُن کے مال، جان، عزت، تہذیب و تمدن، مذہب اور اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی گئی۔ ذیل میں اُن معاہدات میں سے چند کے متعلقہ حصے نقل کیے جا رہے ہیں۔

اہل بیت المقدس کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ

جب مسلمانوں نے عیسائیوں کا محاصرہ کیا، عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے، بالآخر ہمت ہار کر صلح کی پیشکش کی اور اپنے اطمینان کے لئے یہ شرط رکھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھوں سے صلح کا معاہدہ لکھا جائے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد بیت المقدس پہنچے اور ایک تاریخ ساز معاہدہ ترتیب دیا، جس میں عیسائی اقلیت کی جان و مال، عزت و آبرو، جاہ و حشمت، کلیسا و صلیب اور مذہبی آزادی کی مکمل ضمانت دی۔ یہ معاہدہ اسلام کی اقلیت نواز تعلیمات کا آئینہ دار ہے، جس کی تفصیل درج ہے:

ہذا ما اعطی عبد اللہ عمر امیر المومنین اہل ایلیا من الامان اعطاہم امانا لانفسہم واموالہم ولکنائسہم وصلبانہم وسقیمہا وبریئہا وسائر ملتہا انہ لا تسکن کنائسہم ولا تہدم ولا ینتقص منہا ولا من حیزہا ولا من صلیبہم ولا من شی من اموالہم ولا یکرہون علی دینہم ولایضار احد منہم ولا یسکن بایلیا معہم احد من الیہود وعلی اہل ایلیا ان یعطوا الجزیۃ۔[20]

"یہ ایسی امان ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اہل ایلیا کو عطا فرمائی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجاگھر، صلیب، بیمار، تندرست اور ان کے دین کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔ ان کے گرجاگھروں پر نہ رہائش رکھی جائے گی اور نہ ہی انہیں گرایا جائے گا، گرجا گھروں اور ان کے احاطے میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، نہ ان کی صلیبوں اور اموال میں کچھ کمی کی جائے گی، دین و مذہب کے بارے میں ان پر کوئی زبردستی نہیں کی جائے گی، ان میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہیں رہیں گے۔ اس کے عوض اہل ایلیا اسلامی ریاست کو جزیہ ادا کریں گے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطریک کے ہمراہ مقامات مقدسہ کی زیارت بھی کی۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ بطریک کے ہمراہ کنیسہ قیامت میں تھے کہ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ بطریک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کنیسہ میں ہی نماز ادا کر لیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دور اندیشی سے کام لے کر انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ممکن ہے کہ اہل اسلام مستقبل میں دعویٰ کریں کہ یہ ایک اسلامی معبد ہے۔[21] آپ المکبر پہاڑی پر چڑھے، سارے بیت المقدس کو دیکھا، اللہ اکبر کی آواز بلند کی اور ساتھ مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔ پھر آپ نے اپناوہ مشہور جملہ بولا "نحن قومٌ أعزَّنَا الله بالإسلام، فمهمَا ابتغَيتُم العِزَّةَ بغيرِه أذلَّكُم الله "ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے، اسے چھوڑ کر ہم جس چیز میں بھی عزت تلاش کریں گے اللہ ہمیں رسوا ہی کرے گا" اسلام کی عزت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل

ہوئے اور یہ عظیم جملہ بولتے ہوئے اسے فتح کیا آپ نے مسجد اقصیٰ میں قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی، پھر اس پتھر کے متعلق پوچھا جس سے براق کو باندھا گیا تھا۔ وہ پتھر گندگی اور کوڑے کے ڈھیر کے نیچے آچکا تھا۔ آپ نے اپنی چادر سے گندگی ہٹانا شروع کی اور پھر لوگوں نے بھی مدد کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ ساری جگہ بالکل پاک ہو گئی۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل علاقہ کے لیے سلامتی اور حفاظت کا معاہدہ لکھا، تمام مذاہب کے لوگوں کے حقوق محفوظ کیے۔ کسی کو اپنی عبادت کرنے سے نہیں روکا، کسی راہب کی عبادت گاہ نہ توڑی یہاں تک کہ دین کے نام پر اگر کوئی دیوار بھی بنی تھی تو اسے بھی نہ چھیڑا۔ نہ کسی رہائشی کو اپنے گھر سے نکالا، نہ کسی کا گھر گرایا، نہ کسی کی عبادت گاہ توڑی اور نہ کسی کی رہائش گاہ کو خراب کیا۔ اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت فاروقی میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو نہ صرف احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ اُن کی حفاظت کے لیے بھی غیر معمولی انتظامات کیے جاتے تھے۔

اہل عین الشمس کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ

مصر کے مشہور شہر "عین الشمس" کی فتح کے موقع پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں کے ساتھ جو معاہدہ فرمایا اس میں اُن کی عبادت گاہوں کا تذکرہ ان الفاظ میں تھا کہ ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، ہموار اور نشیبی اراضی اور پانی کے ذخائر میں سے کسی بھی چیز سے تعرض نہ ہو گا۔ وہ اپنی عبادت گاہوں میں اضافہ نہ کریں، ہماری طرف سے اُن کی عبادت گاہوں میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔[22]

اہل آذربائیجان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ

ساتویں صدی عیسوی میں عربوں کے ذریعے اسلام آذربائیجان میں پہنچا، جھنوں نے آہستہ آہستہ مسیحیت اور بت پرستی سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ سولہویں صدی میں، صفوی خاندان کا پہلا شیعہ، اسماعیل اول، شیعہ اسلام کو ریاستی مذہب کے طور پر جاری کیا، تاریخ میں ایران اور آذربائجان ایک ساتھ شیعیت سے منسلک ہوئے۔ عرب اموی خلیفہ نے ساسانیوں اور بازنطینیوں کو شکست دے کر قفقازی البانیہ کو فتح کر لیا۔ عباسیوں کے زوال کے بعد یہ علاقہ سالاریوں، ساجدی، شدادی، راوادی اور بائیدیوں کے قبضے میں رہا۔ گیارہویں ویں صدی عیسوی کی ابتدا میں وسط ایشیا سے آنے والے ترک اوغدائی قبیلوں نے بتدریج اس علاقے پر قبضہ جمایا۔ ان بادشاہتوں میں سے پہلی بادشاہت غزنویوں کی تھی جنہوں نے ۱۰۳۰ میں اس علاقے پر قبضہ جمایا۔ مقامی طور پر بعد میں آنے والے سلجوقیوں پر اتابک نے فتح پائی۔ سلجوقیوں کے دور میں مقامی شعرا جیسا کہ نظامی گنجوی اور خاگانی شیروانی نے فارسی ادب کو بام عروج تک پہنچایا۔ یہ سب آج کل کے آذربائیجان میں ہوا۔ اس کے بعد یلدرمیوں نے مختصر قیام کیا اور ان کے بعد امیر تیمور آئے۔ جس کی مدد نوشیرواں نے کی۔ امیر تیمور کی موت کے بعد یہ علاقہ دو مخالف ریاستوں میں بٹ گیا۔ ان کے نام کاراکوئینلو اور اک کوئینلو تھے۔ اک کوئینلو کی موت کے بعد سلطان اذن حسن نے آذربائیجان کی پوری ریاست پر

حکمرانی کی۔ اس کے بعد یہ علاقہ شیرواں شاہوں کے پاس آیا جنہوں نے ۸۶۱ سے ۱۵۳۹ تک بطور خود مختار مقامی حکمران کے اپنی حیثیت برقرار رکھی۔ شیروانیوں کے بعد صفویوں کی باری آئی اور انہوں نے شیعہ اسلام اس وقت کی سنی آبادی پر زبردستی لاگو کیا۔ اس ضمن میں انہیں سنی عثمانیوں سے جنگ بھی کرنا پڑی۔ عہد فاروقی میں حضرت عتبہ بن غرقد رضی اللہ عنہ آذربائیجان کے عامل مقرر کیے گئے تھے، انہوں نے اُن کو معاہدہ لکھ کر دیا کہ ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا، نہ کسی کو ملامت کی جائے گی اور نہ ہی اُن کے آتش کدوں کو گرایا جائے گا۔[23]

اہل طفلس کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ

حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اہل طفلس کو جو معاہد لکھ کر دیا اس میں ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا ان الفاظ میں تذکرہ موجود تھا:

> ہذا کتاب من حبیب بن مسلمة لاہل طفلیس من الارض الہر من بالامان لکم ولاولادکم ولاہالیکم واموالکم وصومعکم وبیعکم ودینکم وصلواتکم علی اقراربصغارالجزیة۔[24]
>
> "حبیب بن مسلمہ کی جانب سے ہر من کی زمین پر رہنے والے اہل طفلس کو ان کی جان، اولاد، خاندان، اموال، ان گرجاگھر، کنیسے، ان کے دین اور ان کی عبادت گاہوں کو مکمل امان دی جاتی ہے اور اس کے عوض وہ جزیہ ادا کریں گے۔"

اہل لد کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ

بیت المقدس کے قریبی شہر "لد" کے رہنے والوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ لکھ کر دیا اس میں ان کے اموال، جانیں، عبادت گاہیں، صلیب، مریض، تندرست اور ان کے تمام لوگوں کی امان کا تذکرہ کیا گیا اور کہا گیا کہ مسلمان ان کے گرجوں کو نہ تو گرائیں گے نہ ان میں رہائش رکھیں گے اور ان لوگوں کو ضرر پہنچایا جائے گا۔[25]

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ ان معاہدوں سے متعلق فرماتے ہیں کہ میری رائے کے مطابق ذمیوں کی جو عمارات ان صلحوں کے تحت آتی ہیں انہیں گرانا نہیں چاہیے۔ ان کے متعلق اسی پالیسی پر عمل کرنا چاہیے جس پر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمل کیا۔ ان حضرات نے کسی ایسی عمارت کو منہدم نہیں کرایا جو صلح کے تحت آتی تھی۔ ماضی میں بہت سارے خلفاء نے ان کنیسوں اور گرجاگھروں کو گرانے کا ارادہ کیا جو مرکزی شہروں اور دوسرے قصبات میں پائے جاتے تھے لیکن ان شہروں کے باشندوں نے وہ دستاویزیں نکال کر پیش کیں جو ان کے اور مسلمانوں کے مابین صلح کی شرائط پر مشتمل ہیں، تابعین عظام علیہم الرحمہ اور فقہاء کرام نے بھی اسی ارادہ کی مخالفت کی، چنانچہ وہ خلفاء ایسا کرنے سے باز رہے۔ واضح رہے کہ جو صلحیں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نافذ کی ہیں وہ انہی شرائط

کے ساتھ قیامت تک نافذ رہیں گی اور اس میں آپ اپنی رائے کو دخل نہیں دے سکتے۔[26] اِس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اِسلام نے کبھی بھی دیگر مذاہب کے مذہبی شعائر، عبادت گاہیں اور مذہبی مقامات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور نہ اِن مقامات کو منہدم کرنے کی تعلیم دی ہے بلکہ اِسلام نے ہمیشہ اِن مقامات کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اِن کو منہدم کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ الغرض اسلام تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا۔ اسلامی حکومتیں تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احکامِ اسلامی کے تحت مفتوحہ ممالک اور شہروں میں اپنی حکومتوں کے قیام کے باوجود غیر مسلم شہریوں کے مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے کے لیے دباؤ یا جبر جائز نہیں سمجھتی تھیں، اور انہیں مکمل مذہبی آزادی اور تحفظ فراہم کرتی تھیں۔ اِسی وجہ سے وہ فتوحات کے بعد بھی صدیوں تک اپنے مسیحی مذہب پر برقرار رہے اور اسلامی حکومتوں کو اس پر کوئی اختلاف و انکار نہ ہوتا تھا۔ اسلام کی یہی عظمت ہے جس کا اعتراف آج بھی غیر مسلم مؤرّخین اور محققین کھلے الفاظ میں کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات کی عصری تطبیقات

پاکستان میں غیر مسلموں کی وافر مقدار موجود ہونے کے ساتھ اُن کی عبادت گاہیں اور مقدس مقامات بھی موجود ہیں۔ حکومتِ پاکستان اگرچہ اُن کی حفاظت کے لیے بہتر سے بہتر انتظامات کر رہی ہے لیکن اس کے باوجود اُن کو کچھ مسائل درپیش ہیں، اسلامی تعلیمات سے استفادہ کر کے اُن کا درج ذیل طریقوں حل کیا جاسکتا ہے:

i۔ غیر مسلموں کے عبادت گاہوں کے لیے عطیات مختص کیے جائیں تا کہ اُن کے ذریعے اُن کی عبادت گاہوں کی تزیین و آرائش کی جاسکے۔

ii۔ منہدم شدہ عبادت گاہوں کی سرکاری خزانے سے تعمیرِ نو کا کام کروایا جائے۔

iii۔ عبادت گاہوں سے متعلق غیر مسلم قیادت سے مشاورت کے عمل کو یقینی بنایا جائے تا کہ اُن کے مسائل کو آسانی سے حل کیا جاسکے۔

iv۔ پاکستان میں غیر مسلموں کو نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے آسانی مہیا کی جائے۔

خلاصہ بحث

اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ اور اُن کا احترام مذہبی، سیاسی اور سماجی اعتبار سے نہایت اہم معاملہ ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی کے ضمن میں واضح تعلیمات دی ہیں۔ قرآن کریم میں نہ

صرف مذہبی رواداری کو فروغ دیا گیا بلکہ ان کی عبادت گاہوں کے احترام اور تحفظ سے متعلق غیر معمولی تعلیمات بھی دی گئی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنانے کے لیے نہ صرف اُن کے ساتھ معاہدات فرمائے بلکہ "بیت المدراس" میں خود تشریف لے جا کر اس پر مہر بھی ثبت فرمادی۔ ان معاہدات میں آپ ﷺ نے اہل ذمہ کو نہ صرف مال و جان کی حفاظت کی امان عطا فرمائی بلکہ ان کے مذہبی مقامات کو بھی تحفظ فراہم فرمایا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غیر مسلموں کے ساتھ جتنے میں معاہدات کیے گئے اُن میں اُن کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کو محفوظ بنانے کی نہ صرف یقینی دہانی کرائی گئی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ بذات خود یہودیوں کی عبادت گاہ بیت المدراس میں تشریف لے گئے، وہاں آپؓ نے اُن کے بڑے بڑے علماء خصوصاً فنحاص کے ساتھ ایک طویل مکالمہ فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نہ صرف معاہدات کے ذریعے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنایا گیا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری وصیت میں اُن کے حقوق کا ذکر فرمایا۔ خلافت راشدہ میں مسلمانوں نے بہت سارے علاقے فتح کیے لیکن وہاں کسی گرجا گھر یا معبد کو گرانا تو درکنار کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچایا گیا۔ اس ضمن میں یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہو گا کہ اسلامی تعلیمات میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو نہ صرف محفوظ رکھنے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے بلکہ ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ زیر نظر مقالہ سے اسلام کا صحیح رخ دنیا کے سامنے آئے گا کہ اسلام ہمیشہ مذہبی رواداری کا حکم دیتا ہے اور یہ دین تشدد اور تعصب سے ہر لحاظ سے پاک ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سورۃ الحج: 40/22

2۔ الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1992م، 83/5

3۔ القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2006م، 395/7

4۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2010م، 484/6

5۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، 484/6

6۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2010ء، حدیث: 3167

7 ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الہدی النبوی، مصر، 2007م، ص: 294

8 ابن عطیہ، ابو محمد عبد الحق بن غالب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2001م، 467/2

9 ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص: 305

10۔ ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص: ۲۹۶

11۔ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، 1990م، 200/2
12۔ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد، المغنی، مکتبۃ القاہرۃ، 1968م، 451/8
13۔ہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2008م، 474/4
14۔ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم، المصنف، مؤسسۃ علوم القرآن، 2006م، 483/6
15۔ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، 1979ء، ص:146
16۔طبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ، 183/2
17۔ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:145
18۔ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:145
19۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 360/1
20۔طبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، 449/2
21۔ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ، پریچنگ آف اسلام، مترجم: دعوت اسلام، ترجمہ از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، محکمہ مذہبی امور واوقاف، حکومت پنجاب، 2004ء، ص:80
22۔حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1960ء، ص:314
23۔البلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، ص:334
24۔ قاسم بن سلام، ابو عبید، الاموال، ص:296
25۔حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، ص:306
26۔ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:148